عصرِ حاضر میں دعوتِ دین اور اصلاح امت-اسوۂ حسنہ کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد علی•

Islam is based upon two things Quran and Sunnah . More from the foundations the more powerful is this structure. Seerah of Holy Prophet (P.B.U.H) of Islam has emerged in the two years history of Islam . Alshifa by Qazi Ayyaz holds a significant status among them all, scholars opines that uniqueness,eloquence of this book ranks Al-Shifa as one of the most authentic source of seerah. This article underlines the remarkable features of this book Qazi Ayaz has very tact fully arranged this book. He first mention a section then divides in to certain chapter. The title of the chapter hold a significant status because this title contents are then corroborated by the verse of the Quran. Al Shifa structure itself with two main feature Right of Holy prophet (P. B. U. H) and responsibilities of Ummah in return of the services rendered by Holy prophet (P.B.B.H) .

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ امت مسلمہ کی جملہ ذمہ داریوں میں سے بنیادی ذمہ داری دینِ حق کی اشاعت اور سربلندی کرنا ہے۔ دین کی حفاظت اور ساتھ ہی اقامت کے فرائض منصبی سے کسی موڑ پر اور کسی بھی صورت حال میں دست برداری، کاہلی، سستی اور غفلت برتنے کو برداشت نہیں کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر مذہب و دین کی بقا، دوام اسی فرض دعوت میں ہی مضمر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نام کے ساتھ ان کے کام کی نشاندہی کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وجاھدو فی اللہ حق جھادہ ھو اجتبکم وما جعل علیکم .... نعم النصیر(۱)

''اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں منتخب کر لیا اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم رہو اس نے پہلے اور اب بھی تمہارا نام مسلمان رکھا تا کہ رسول تم پر شہادت دیں اور تم لوگوں پر گواہ بنو، نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ کے ساتھ ہی وابستہ ہو جاؤ وہی تمہارا آقا و مددگار ہے کیا ہی وہ اچھا سرپرست ہے اور کتنا ہی اچھا مددگار ہے۔

اس آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کے نام کے ساتھ ان کہ ذمہ داری سے بھی انہیں آگاہ کیا گیا ہے کہ جملہ مسلمان ایک اجتماعی قوت کی تشکیل و تنظیم کرنے کے سلسلے میں شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کریں کیونکہ

•چیئرمین، شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ کالج گلبرگ، لاہور۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول ﷺ اس کی شہادت دے چکے ہیں جب آپ ﷺ نے جملہ حاضرین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تھا۔ "میں نے آپ لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے" اور فریضہ رسالت کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ کو بھی گواہ بنانے کے بعد امت کو اپنی ذمہ داری سے ذیل کے الفاظ میں آگاہ فرمایا۔

"فلیبلغ الشاھد الغائب" (2)

"حاضرین غائبین تک (اس پیغام) کو پہنچا دیں"

تو یہ اجتماعی ذمہ داری یعنی معاشرے کی اصلاح اس وقت ہی ممکن ہو سکتی ہے جب آپ اپنا مکمل لگاؤ، تعلق، واسطہ اپنے رب سے نماز کے ذریعے قائم رکھیں اور نماز و زکوۃ کے قیام کے لیے اپنی اندرونی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔

انفرادی سطح پر عمل کر لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ فریضہ کو سرانجام دینے کے بعد امت مسلمہ پر ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ مسلمان اجتماعی طور پر بھی پوری دنیا میں حق کا بول بالا کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ جو رسول ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری ہے۔ **"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون" (3)**

"وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ وہ اس دین کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے یہ بات مشرکین کو خواہ کتنی ہی ناگوارہ گزرے"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم اُمہ کسی جغرافیائی حدود تک محدود نہیں ہے بلکہ دین حق کی تصنیف و اشاعت کے حوالہ سے پوری دنیا میدان تبلیغ ہے اور پوری انسانیت اس دعوت کی مخاطبین ہے۔

چنانچہ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں دعوت دین کی اہمیت و ضرورت کے علاوہ دعوت کے جو بنیادی اصول سامنے آتے ہیں جنھیں مقاصد دعوت بھی کہہ سکتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ دین کی سربلندی　　۲۔ احترام انسانیت　　۳۔ عالمی امن کا قیام

۱۔ دین کی سربلندی:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اس کا پیغام پوری نوع انسانیت کے لیے فائدہ مند ہے اور انسانی ترقی کا راز بھی اسلام کی عالمگیر تعلیمات میں ہی مضمر ہے۔ نیز دنیاوی و اُخروی ترقی کا باعث بھی ہے اور ضامن

بھی۔

چنانچہ عالمگیر پیغام کو تمام انسانوں تک پہنچانے کی ذمہ داری انبیاء کرام کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم اور واجب کردی ہے۔قرآن مجید نے اس امت کو امت وسط قرار دیا ہے اور ساتھ اسے شہادت کے منصب پر فائز بھی اس لیے کیا ہے کہ یہ اُمت اپنے قول اور فعل سے خدا کے دین کی شہادت دیتے ہیں۔

اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ امت مسلمہ ہر لحہ دین کی سربلندی کے لیے کام کرے قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس ذمہ داری سے آگاہ کیا ہے۔

ارشاد باری ہے۔ **وکذلک جعلنا کم امه وسطً**

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہو''

لفظ وسط سے مراد اگرچہ معتدل اور درمیانہ ہے تاہم اپنے اندر یہ لفظ ایک عظیم اور وسیع تر مفہوم بھی رکھتا ہے سید مودودی نے ذیل کے الفاظ میں وضاحت کی ہے:

''کسی دوسرے لفظ سے وسط کے ترجمہ کا حق ادا نہیں ہوسکتا ہے اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ واشرف گروہ ہے جو عدل وانصاف اور توسط کی روشنی پر قائم ہو جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو یہ اس کیساتھ بھی واضح کردیا گیا کہ تم لوگوں پر گواہ اور رسول تم گواہ ہیں'' (5)

دیگر اہل علم اور مفکرین نے بھی اس سے ملتی جلتی رائے دی ہے کہ امت مسلمہ ایک ایسی امت ہے کہ جس کو کامل شریعت اور واضح مکمل دین عطا کیا گیا ہے۔اپنی اپنی خاصیت کی بنا پر دیگر امتوں سے فضیلت کا شرف رکھتی ہے۔اور امت وسط کی حیثیت کی وجہ سے ہی ان پر اہم ذمہ داری فرض کی گئی ہے کہ وہ دین کی سربلندی کیلئے اپنی اندرونی صلاحیتوں اور دی ہوئی استعداؤں کو بروئے کار لائیں۔اور اسی بنا پر قرآن مجید نے انہیں ''اُمت'' کے خطاب سے نوازا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری ہے۔ ''**کنتم خیر اُمته المنکر ....باللہ**(6)

''تم بہترین امت ہو لوگوں کی بھلائی کیلئے نکالے گئے ہو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''

غرض کہ اس اُمت کی زندگی کا مقصد پاکیزہ اور اعلیٰ ترین ہے یہ اس لیے دنیا میں بقید حیات ہے کہ

حق کا بول بالا ہو، ہدایت کی روشنی پھیلے یہ امت خود بھی ایمان یافتہ ہے اور دوسروں کو بھی ایمان کی دعوت قبول کرنے کی تلقین کرتی ہے۔

دعوت کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم نے اس فرض کی تکمیل کے حوالہ سے امت مسلمہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ مستقل دعوتی شعبہ کا قیام ناگزیر امر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے "**ولتكن منكم امة يدعون ....عن المنكر** (7)

"اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی دعوت دے اور امر بالمعروف کرے اور برائی سے روکے"

مقصد یہی ہے کہ بحیثیت جماعت تمہارا مقصد نصب العین یہی ہونا چاہیے کہ نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والے۔

اس فریضہ دعوت کی اہمیت کی ذیل کی حدیث مبارکہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد نبوی ہے۔

"تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اسے چاہیے کہ اسے ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے روکے اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"(08)

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کی ذمہ داری دعوت تبلیغ کی جو لگائی گئی ہے اس کا مقصد اولین دین کی سربلندی کیلئے شب وروز کوشاں رہنا ہی ہے۔

۲۔ مساوات انسانی:

اگر چہ دعوت وتبلیغ کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہی ہے اس کے لازمی نتیجہ میں مساوات انسانی کا قیام بھی عمل میں آتا ہے جو اسلام کے احکامات میں سے بنیادی اصول ہے۔ بہ الفاظ دیگر انسانیت کے اندر مساوات قائم کرنے کی غرض سے بھی دعوت لازمی امر ہے۔

ماخذ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ اسلام سے قبل انسانیت مختلف معاشرتی گروہوں میں منقسم تھی جملہ معاشرتی فسادات کی جڑ بھی مبنی برعدم مساوات ہی تھی۔ جبکہ اسلام نے ان بے ہودہ نسلی امتیازات کی لکیر ختم کرنے کا اعلان کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں اس لیے بنایا تا کہ تمہاری شناخت ہو سکے'' (9)

ارشاد نبوی ہے۔

''قرآن وحدیث کی تعلیمات سے جو اصول اخذ ہوتا ہے جو مساوات انسانی ہے اور اسی کی دعوت امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔(10)

۳۔ امن وامان کا قیام:

اسلام امن کا داعی ہے اور ایمان بھی اس وقت تک قابل اعتبار نہیں ہے جب تک امن وسلامتی کو برقرار نہ رکھا جائے۔ ارشاد نبوی ہے:

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ دوسرے مسلمان محفوظ ہوں'' (11)

چنانچہ امت مسلمہ کیلئے لازمی قرار دیا گیا ہے وہ امن کے قیام اور فروغ کیلئے داخلی وخارجی سطح پر اپنے وسائل بروئے کار لاتے ہوئے قیام امن عالم کیلئے کوشاں رہے''

موجودہ دور میں اسلام کی دعوت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اس سے قبل اس کی اتنی اہمیت شاید نہ تھی کیونکہ زمانہ تغیر پذیر ہے اور اپنی ارتقائی منازل طے کر رہا ہے اور اتنی حیرت انگیز ترقی کے ساتھ ساتھ شعور و آگہی کی بہت سی منازل طے کر چکا ہے۔ اور روز یہ سلسلہ جاری ہے۔ الغرض دعوت کا فریضہ نہ وقتی تقاضوں کا محتاج ہے اور نہ ہی حالات کے بدلتے رخ سے متاثر ہوتا ہے بلکہ امت کے ہر فرد کی بحیثیت مسلمان یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے دعوت کا فریضہ سرانجام دے۔

عصر حاضر دعوت کی ضرورت اور تقاضے:

یہ بات عین حقیقت ہے کہ روز آفرینش سے لے کر تا عصر حاضر ہر دور میں انسانیت کی رہنمائی اور فلاح وارتقاء کیلئے دو ذریعے ہی رہے ہیں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری وقت کے نبی اور رسول کی زندگی۔ موجودہ دور چونکہ رسالت محمدی ﷺ کا دور ہے جو قیامت تک رہے گا۔ اب بنیادی سوال یہ ہے کہ اس دور میں دعوت اعلائے کلمۃ اللہ اور اسکے منطقی نتیجہ میں انسانیت کا احترام اور عالمی امن کا قیام کو عملاً نافذ کرنے یا اس کی راہ ہموار کرنے کی غرض سے کون سا طریقہ اور لائحہ عمل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اور کون سے اس دعوت کے بنیادی عوامل وعناصر ہیں جن کی طرف توجہ مبذول کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ جنہیں عملی طور پر اختیار

کر کے بنیادی مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ذیل میں ان کا مختصر اً خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

اسلام عادلانہ اور فطرت کے عین مطابق نظام کی دعوت دینے اور اس کے قیام کو عملی شکل دینے کیلئے ضروری ہے کہ موجودہ مذاہب عالم اور خصوصاً مغربی تہذیب اور مشرکین کے پیدا کردہ گمراہ کن نظریات پروپیگنڈے اور اسلامی تعلیمات کے خلاف جو زہر اگلا جا رہا ہے اور اسلام کو بدنام کرنے کی غرض سے جو عالمی سطح پر ڈرامے رچائے جا رہے ہیں، ان سب کا سدباب کرنے کیلئے ضروری ہے کہ جدید فلسفہ حیات کے زہر کو ختم کرنے کیلئے کتاب وسنت کا تریاق ہی استعمال کیا جائے۔ یعنی علمی میدان ہو یا عملی ہر محاذ پر اس طرح کوشش کی جائے اور اس نہج کو اختیار کیا جائے جو رسولؐ نے اپنی سیرت میں چھوڑا ہے اور جس کو اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذیل کے الفاظ میں فرمایا ہے:

''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ'' (12)

''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی میں بہتر طریقہ ہے''

''جو مال (یا حکم) رسول تم کو دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو''(13)

نبوی طریقہ اصلاح وانقلاب:

دین اسلام کی عظیم الشان عمارت جن بنیادوں پر قائم ہے اسے ایمان کا نام دیا جاتا ہے اور ایمان دراصل چند ایسے ماورائی حقائق کو ماننے کا نام ہے، جن تک رسائی حواس ظاہری کے ذریعے ممکن نہیں ہے بلکہ صرف عقل اور وجدان کی قوتوں کو بروئے کار لا کر ہی ہو سکتی ہے اسی مقصد کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے پیغمبر اور رسول بھیجے تاکہ لوگوں کو حقیقت وہدایت کی منزل تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیں۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ آپ ﷺ نے بھی وہی طریقہ دعوت واصلاح اختیار کیا جو آپ ﷺ سے قبل تمام انبیاء کرام نے اختیار کیا تھا اور جس نہج کو اللہ تعالیٰ نے حکمت وبصیرت کے ساتھ اختیار کرنے کا حکم دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے سابقہ جملہ ادیان کو اور ان کی تعلیمات کو محمد ﷺ کے دین عظیم کے ماتحت کرنے ان پر دین محمدی کو غالب کرنے کو آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد قرار دیا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے''(14)

تو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین محمدی ﷺ کو جملہ ادیان پر غالب کرنے کیلئے ایک عظیم ترین اور

مضبوط ترین لائحۂ عمل کے ساتھ جہد مسلسل، عمل پیہم کی اشد ضرورت ہے۔ اور اس انقلاب کیلئے ایک مکمل انقلابی جدوجہد بھی درکار ہے۔ چنانچہ جب سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں ان کے اسوۂ حسنہ میں روز روشن کی طرح وہ تمام مراحل اور پہلو نظر آتے ہیں جو اس انقلابی جدوجہد، اصلاح احوال اور دین اسلام کو دیگر ادیان باطل پر غالب کرنے کی جدوجہد کیلئے درکار ہیں۔

ذیل میں ان انقلابی مراحل کو درج کردیا جاتا ہے جو آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ظاہر ہیں اور عصر حاضر میں عملی وعلمی انقلاب کیلئے انہیں اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ جو درج ذیل مراحل پر مشتمل نظر آتا ہے۔ آپ

نظریہ (ایمان):

پوری کائنات میں کسی بھی جدوجہد کے پس منظر میں ایک نظریہ کارفرما ہوتا ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہے کہ نظریہ کی بنیاد پر عملی جدوجہد کا آغاز ہوتا ہے اور نظریہ جتنا بھی مضبوط تر ہوگا، عملی جدوجہد کیلئے اتنی ہی آسانیاں پیدا ہوتی جائیں گی۔ رسول ﷺ کی انقلابی دعوت جس نظریہ پر تھی اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ذیل کے الفاظ میں فرمایا ہے۔

"حکم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی زیب دیتا ہے" (15)

اور فرمایا

"اے محمد ﷺ اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کر اور اسے بالفعل قائم اور نافذ کر" (16)

اسے لیے فرمایا کہ اے محمد ﷺ میرے دین کو تمام طاغوتی ادیان پر غالب کرنے کیلئے کمربستہ ہو جاؤ اور اس دین کو عملی جامہ پہنا کر انسانیت کی فلاح و بہبود کامیاب بنا دو اور اس نظریہ کا دوسرا حصہ تھا۔ محمد ﷺ رسول اللہ جس کا مقصد یہ تھا آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری بلا چون چرا تمام کائنات پر واجب ہے اور آپ ﷺ سے محبت اس دین کے حق کی اول شرط ہے ظاہر ہے کہ نظریہ جس قدر بلند اور مضبوط ہوگا انقلابی جدوجہد بھی بنیاد مضبوط پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ جائے گی۔

دعوت:

ان الحکم الا اللہ کے نظریہ کو عملاً قائم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے دین کو دوسرے تمام ادیان پر غالب کرنے کیلئے دعوت ایک بنیادی عنصر تھی، دعوت نبوی کا نقطۂ آغاز قُم فانذر تھا۔ یعنی خبردار کرنا، آگاہ کرنا، وقوع قیامت سے خبردار کرنا اور جزا و سزا اخروی سے خبردار کرنا تاکہ جس نظریہ کو بنیاد بنا کر دعوت کا عمل ہو رہا ہے

اس پر یقین محکم ہو جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے طریقہ دعوت میں ایک نہایت فطری اور حکیمانہ تدریج نظر آتی ہے اور یہ دعوت ''الاقرب فالاقرب'' کے زریں اصول پر قائم تھی۔

تربیت:

فریضہ دعوت کو موثر بنانے کیلئے تربیت بنیادی چیز ہے اس مقصد کے حصول کے غرض سے نبی کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں مقامِ صفہ پر پہلی تربیت گاہ قائم کی کیونکہ اس حقیقت سے کسی ذی شعور فرد انسان کو انکار نہیں ہے کہ کسی بھی تحریک اور جماعت کے داعیان اور ارکان کا کردار جس قدر پختہ ہوگا اس قدر مخاطبین کے ذہنوں میں اس تحریک یا جماعت میں کامل ہونے کا فطری اشتیاق پیدا ہوگا۔

تو عصر حاضر میں اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ضرورت اس امر کی ہے کہ دعوت کے فریضہ کی ادائیگی کیلئے افراد کی ہمہ جہتی تربیت کی جائے جو دیگر اقوام اور غیر مذہب کے افراد کیلئے ایک فطری کشش کا باعث بنیں۔ جن کے اخلاق، تمدن، ثقافت، رواداری اور قیام امن کیلئے جدوجہد کو دیکھ کر ہی ہر یدخلون فی دین الله افواجاً کا عملی پہلو نظر آنے لگ جائے۔

صبر:

عہد قدیم یا عہد جدید جس کے نظریہ کے خلاف آواز اٹھائی گئی ہے ان کا ردعمل ضرور سامنے آیا ہے ایک فطری عمل بھی ہے۔ سرداران قریش، کفار مکہ کی طرف سے وہی ردعمل کی ترتیب نظر آتی ہے جو عموماً ہمیشہ کسی بھی نظریہ کے خلاف تحریک اور جدوجہد کے لازمی نتیجہ کے طور پر سامنے آتی ہے سب سے پہلے تو داعی اول کو مجنون، ساحر اور شاعر کہہ کر مذاق اڑانے کی ناکام کوشش کی گئی پھر تشدد کا راستہ اختیار کیا گیا (شعب ابی طالب میں محصوری، طائف کا سفر اس کی زندہ مثالیں ہیں اس سارے عمل میں) اصحاب رسول ﷺ جس طرح صبر اور استقامت کے ساتھ پامردی کے ساتھ جن مصائب کو برداشت کیا اور انتہائی تشدد کے باوجود ایمان پر ثابت قدم رہے ان تمام صفات جلیلہ جو اصحاب رسول ﷺ نے برداشت کیں ان کے پس منظر میں صرف اور صرف صبر کی طاقت کارفرما تھی۔

عدم تشدد کی پالیسی (ٹکراؤ سے گریز):

حق و باطل کا معرکہ ہمیشہ سے جاری رہا ہے اور تاہنوز بھی جاری ہے۔ اسوۂ حسنہ کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب بھی آپ ﷺ نے اپنی دعوتِ مشن کو اخلاق حسنہ کے ذریعے اور مصلحت وحکمت کو مد

نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھانے کی کوشش کی تو کفار کی چھٹی حس نے اندازہ لگا لیا کہ اگر اسے نہ روکا گیا تو پھر ہماری پرانی سیاست، اقتدار، اور روایات، تہذیب وتمدن اور عقائد ومذہب سب صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے ۔اس غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے قریش مکہ نے مختلف طریقوں سے رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ان سازشوں، پروپیگنڈوں، افواہوں اور اس دعوت کا راستہ روکنے کے دیگر مختلف النوع حربے اور طریقے استعمال کیے گئے۔

تاہم آپؐ اور صحابہ کرام نے صبر وتحمل، استقامت اور پامردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صبر کے سایہ میں اپنی دعوت جاری رکھی اور ہمیشہ ٹکراؤ، تصادم سے گریز کرتے ہوئے اپنے مقصد بعثت کے فریضہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ میثاق مدینہ اور صلح وحدیبیہ سنہ 06 ہجری کا معاہدہ بہترین مثالیں ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''و قتلوهم حتٰى لا تكون فتنه'' (17)

''لہٰذا ان سے باہم سرپیکار ہو جاؤ یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور سارے کا سارا دین اللہ کیلئے ہو جائے''

عصرِ حاضر میں جو الحاد، کفر کی گھٹا ٹوپ اندھیری چلی ہوئی ہے، جس میں حق کی صحیح صورت گری مستور کر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے اور الکفر ملة واحدة کی عملی صورت عالمی سطح پر عیاں ہو چکی ہے مزید برآں یہ کہ عالم اسلام کو معاشرتی، معاشی اور علمی میدان میں غیر مستحکم کر دیا گیا ہے امت محمدیہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ دعوتی مشن کو اسوۂ حسنہ کی روشنی میں جاری وساری رکھیں اور عدم تشدد کی پالیسی اختیار کریں تا کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ راست پر لانے کیلئے راہ ہموار ہو سکے اور جو جدید دنیا، مغربی دنیا اور یورپی تہذیب اپنی ہی تہذیب سے بیزار و پریشان و سرگرداں ہو کر ایک تشنگی محسوس کر رہے ہیں اور کسی مسیحا کے منتظر ہیں۔ اسلام کی صحیح صورت گری ان کے سامنے حکمتِ عملی سے پیش کر کے، اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ عالمی امن کے قیام کی فضا بھی آسانی سے قائم کی جا سکتی ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں ہمیں کوئی باک نہیں ہے کہ موجودہ دور میں سرمایہ دارانہ نظام اور ناکام اشتراکیت کے ظاہری خوبصورت نعروں نے عمومی طور پر امت مسلمہ کی نظروں کو خیرہ کر دیا ہے اور ذہنوں میں خوبصورت سپنوں کا محل سجایا ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل بھی حالات ایسے ہی تھے بلکہ یوں کہیے موجودہ صورت حال کے مطابق ہی تھے۔ ہر شعبہ زندگی پر متمکن مخالف اسلام طبقہ ہی تھا۔ البتہ صرف اتنا فرق ہے کہ جدید دور میں خوبصورت نعروں اور نظریوں کی آڑ میں انسانیت پر ظلم وجبر اور استحصال کی جاتا ہے، جبکہ قدیم

عرب میں روایتی ظلم وستم کا طریقہ رائج تھا۔

دورِ حاضر کے معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی دیگر نظاموں سے نبرد آزما ہونے کیلئے ہمیں اسی نہج پر چلنا ہوگا، جس نہج پر چل کر آپ ﷺ نے کامیابی حاصل کی تھی [18] کیونکہ نبی کریم کا طریقہ انقلاب اللہ تعالیٰ کے احکامات اور فرامین کا عکاس تھا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات فطرت انسانی کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ مختصراً یہی کہ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ہی نظریاتی انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ جملہ مراحل دعوت و اصلاح امت میں آپ ﷺ کے طریقہ کو ہی مشعل راہ بنانے میں ہی کامیابی اور فلاح ہے۔

ذہنی انقلاب:

اسلام کی تعلیمات صرف اس حد تک محدود نہیں ہیں کہ ان کے احکام، قوانین کو صرف قبول کرلیا جائے اور انہی کے مطابق فیصلے کیے جائیں صرف اللہ کی بندگی یہی نہیں ہے کہ صرف اسی سے شریعت حاصل کی جائے اور اسکی شریعت کو جملہ امور میں فیصلہ کن قرار دیا جائے۔ [19] بلکہ اللہ تعالیٰ کی شریعت سے مراد وہ ساری ہدایات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی تنظیم کیلئے دی ہیں۔ مگر زندگی کی تنظیم کرنے والی اسلامی قانون سازی کی فکر کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم افراد اور گروہوں کے دلوں میں اسلامی نظریہ حیات استوار کرنے کی کوشش کریں جن بنیادوں پر خالق کائنات نے استوار کرنے کا حکم دیا ہے۔ دعوتِ دین اور اصلاح اُمت کے لیے نبوی نہج بہترین طریقہ ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ مسلمانوں کا ایمان جس دین پر قائم ہے وہ دین محبت، شفقت، رحم وکرم، لطف واحسان، عفو ودرگزر، دوسروں کے حقوق کی نگہداشت، مال وجان کی تحفظ اور ایثار وقربانی جیسی اخلاقی قدروں کا پیامبر ہے۔ [20] اور انسانیت کو ہر زمان ومکان کی طاغوتی قوتوں یعنی فرعونوں، قارونوں اور اور ہامانوں کے طوق محکوم وغلامی اور پنجہ استبداد سے رہائی دلاتا ہے اور ان کیلئے ایک حسین مثالی معاشرے کی تشکیل وتعمیر کرتا ہے جس میں ان کی مکمل کفالت کی ضمانت فراہم کی گئی ہے۔

تاہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مثالی معاشرے کے قیام کیلئے اس سیاہ ترین دور میں کون کون سی حکمتیں اپنائی گئیں اور اس کیلئے کون سے ارتقائی منازل طے کرنا پڑیں اور کن دشوار گزار گھاٹیوں سے چل کر اردگرد کے ماحول اور افراد سے متاثر ہوئے بغیر اپنے دعوتی مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچا کے قوم کو شاہراہِ عظیم سے صراط مستقیم کہا جاتا ہے پر لا کھڑا کیا۔ کیا اس دور میں یعنی عصر حاضر میں آپ ﷺ کے طریقہ کو دنیا کے اقوامِ عالم کو صراط مستقیم پر نہیں لایا جاسکتا ہے۔ یقیناً نہیں بلکہ اس کا جواب اثبات میں ہی ہے کیونکہ ذرا غور کریں

بعثت کے وقت عرب معاشرہ کے حالات۔۔۔۔۔تو یہ تصور یقین میں بدل جاتا ہے کہ عصر حاضر میں یہ فریضہ دعوت سرانجام دینے کی ناگزیر ضرورت ہے اور وقت کا تقاضا بھی۔عرب معاشرہ کے مذہبی وسیاسی ناگفتہ بہ حالات کے ضمن میں ذرا تصور کریں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور عظمت کا جس دین کی خوشبو پوری کائنات میں پھیلانا چاہتا ہے تو اس پودے کی آب یاری کیلئے سب سے پہلے جس ہستی کا منتخب کیا اس کی زندگی کو کائنات والوں کیلئے نمونہ بنا دیا جس کا ہر لمحہ اس کی عظمت کا شاہد تھا پھر جب اس ہستی پر کائنات والوں کا اعتماد آ گیا اور وہ ماحول پیدا ہو گیا کہ جب یہ دنیا والوں کو کسی انقلاب کی دعوت لے تو وہ بلا چوں وچرا لبیک کہیں۔ظاہر ہے اس ہستی نے اپنی محنت شاقہ، عمل پیہم اور جہد مسلسل سے لوگوں کے ذہنوں کو اس قدر زرخیز کیا کہ جب ان کی ذہن میں اللہ کے پسندیدہ دین، دین اسلام کا بیج بویا جائے تو وہ صحت مند پودا بن کر اپنی خوشبو ہدایت سے کائنات والوں کو مسحور کر کے فلاح دارین نصیب کر دے۔ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور ختم نبوت کی وجہ سے تا قیامت اس نے قائم رہنا ہے اور اس کی تعلیمات کی ہمہ گیریت اور آفاقیت زندگی کے ہر شعبہ سے متعلقہ افراد کی مکمل رہنمائی ہی قیامت تک آنے والوں کیلئے اسی دین میں ہی ہے کیونکہ دین متین کا اصل اثاثہ کتاب وسنت سے ملتی ہے۔

اُمت مسلمہ وہ خوش نصیب اُمت ہے جس کے پاس اسوہ حسنہ کی لازوال دولت موجود ہے۔اُمت اپنی باطنی اصلاح وخارجی اصلاح کے لیے اسوہ حسنہ ﷺ سے راہنمائی حاصل کرلے تا کہ یہ بہتر میں اُمت اور کامل ملت اور مستحکم معاشرہ اور اُخروی نجات کا کامل حزب الرحمٰن دنیا کے سامنے نمونے کے طور پر موجود ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ الحج 78/66
2۔ بخاری کتاب العلم باب قول النبی ﷺ فلیبلغ الشاہد۔۔۔۔۔حدیث نمبر 555
3۔ التوبہ 33/9
4۔ البقرہ 243/2
5۔ مودودی تفہیم القرآن ج 01 صفحہ 120 ادارہ ترجمان القرآن منصورہ لاہور۔
6۔ آل عمران 161/3
7۔ آل عمران 204/3

8۔ صحیح مسلم کتاب الایمان

9۔ الحجرات 13/49

10۔ ابن حنبلؒ المسند عن ابی ہریرہ

11۔ بخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون رقم حدیث10

12۔ الاحزاب 30/33

13۔ الحشر 9/59

14۔ الصف 9/61

15۔ یوسف 40/15

16۔ المدثر 1-2/74

17۔ البقرہ 193/2

18۔ صدیقی، نعیم مولانا

19۔ حمید اللہ ڈاکٹر عہد نبوی کا نظام حکمرانی ادارہ اسلامیات، انار کلی لاہور۔

20۔ صفی الرحمن مبارکپوری، مولانا الرحیق المختوم، مکتبہ دار السلام لاہور۔

☆☆☆☆☆